ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.2 2022

اُردو شاعری کے تناظر میں تصورِ وقت: تجزیاتی مطالعہ

CONCEPT OF TIME IN URDU POETRY: AN ANALYTICAL STUDY

***کوثر پروین**

پی ایچ۔ڈی اُردو اسکالر، شعبہ اُردو، لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور

****پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون قادر**

ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور

ABSTRACT:

Time has the status of a great unique independent from materiality in its existence and nature. It exists in two contexts and angles on the determined and undetermined in human life. Sequenced events are impossible for it to be coherent and continuous. It is not possible to guess or speculate about the end, it is annihilation and appearance independent of annihilation and survival. It has a recognition in the earthly universe thanks to human consciousness and there is a form of feelings. It is always still and also dynamic, whose forms From the perspective of past, present and future, it remains in human consciousness and memory, its discussion is found in religion, logic, literature and science, but in our poetic literature, its forms are found in some Quranic, conscious and philosophical scenes.

Keywords: *Unique, independent, Sequenced, annihilation, urvival, perspective, poetic literature*

شاعری زمزمہ حیات ہے اس میں تازگی اور ندرت، شفافیت اور موسیقیت فلسفۂ حیات سے ممکن ہے۔ اُردو شاعری اپنے عہد بہ عہد ارتقا کی بدولت موضوع اور بیان کے معیارات پر پورا اُترتی ہے۔ اس میں بنیادی انسانی فلسفوں کو شعور اور فہم کے زاویوں کے ساتھ شعر کا موضوع بنایا گیا ہے۔ کائنات اور مظاہرِ کائنات ہمہ دو حوالوں کو شعرِ اُردو نے خصوصیت کے ساتھ بحث کیا ہے مگر زمان و مکان وہ بنیادی فلسفہ ہے جسے مذہب و منطق ہر دور، ہر عہد نے تفہیم و تعبیر کے لیے موضوع بنایا ہے۔ اُردو شاعری میں وقت بحیثیت موضوع اور تصور بنیادی اہمیت کا حامل موضوع ہے۔ ”اُردو شاعری میں وقت کا تصور“ ایک ایسا موضوع ہے جسے شعرِ اردو نے ابتدا سے ارتقا اور لمحۂ موجود تک ہر دور اور عہد میں بحث کیا ہے۔ وقت کی مبادیت، تفہیم و توضیحات پیش کی ہیں اس کی حدود و قیود کو وضع کرنے کی کوشش کی ہے۔ کائنات کی تشکیل و تخلیق خالقِ ارض و سما کی صفتِ خلق کا سب سے عظیم کارنامہ ہے۔ اس کائناتِ ارضی کو بنسبتِ آدم کو تمام سیاروں اور ستاروں پر فوقیت دی گئی، اس کائناتِ ارضی کی حیثیت اور خصوصیت، ابتدا، ارتقا اور آئندہ کیا صورت ہو گی یہ وہ بنیادی سوالات ہیں جنھوں نے ماضی، حال اور مستقبل کے حوالے سے انسان کو سوچنے پر مجبور کیا، اس فکری اور شعور کی کوشش کے نتیجے میں زمان و مکان کی مباحث نے جنم لیا۔ انسان یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ وقت، زمان، ساعت کیا ہے، اس کی خصوصیات کیا ہیں اور اس نتیجے میں جو فکر سامنے آئی وہ کچھ یوں تھی۔

وقت یا زمان ایک Nonspatial جزو ہے جو کائنات میں زمانی، وقتی یا ساعتی حوالے سے واقعات کے وقوع پذیر ہونے کے تسلسل کا نام ہے جس کی تشکیل میں شامل عناصر جو کوئی ٹھوس جسم یا ماہیت نہیں رکھتے بلکہ غیر محسوس طریقے سے ہم اس ساعت یا وقتی اکائی سے گزر رہے ہوتے ہیں۔ لمحہ یا ساعت، سیکنڈ، منٹ، گھنٹے، دن، ہفتہ، مہینہ، سال، صدی جیسے عناصر یا جزئیات میں تقسیم پاتا ہے جس کی حیات یا موت، فنا یا بقا، ابتدا یا انتہا کا کوئی تصور نہیں کیا جا سکتا۔ گویا یہ خلق ہے اور حوادث کی شکل میں واقعات تخلیق کرتا ہے پھر نئے آنے والے لمحوں میں ان واقعات کو ماضی، حال اور مستقبل میں تقسیم کرتا ہے، اِن عناصر کا اپنا نظامِ اوقات مقرر ہے اور ہر عنصر اپنا تیار شدہ مقررہ وقت رکھتا ہے یعنی ایک عام نیورون کی زندگی محض سوا سترہ منٹ ہے جب کہ دیگر مختلف عیاں اور پائپران ایک لمحے یا سیکنڈ کے کروڑویں حصے کو ہی جی پاتے ہیں اسی طرح نوری سال کی مدت ہمارے سیارے کے کروڑوں سال سے زیادہ ہیں۔ وقت کی یہ وضاحتی صورتیں مختلف الحیثیت اور مختلف الخیال ہیں اس کے ساتھ ساتھ متعین اور غیر متعین بھی ہیں۔ یہ لمحہ، دن، سال اور صدی متعین صورتیں ایک تجرید ہیں جس کی وضاحت ناہید قمر ان الفاظ میں کرتی ہیں:

> ”وقت ایک ایسی تجرید ہے جو نہ دیکھی جا سکتی ہے، نہ سنی جا سکتی ہے اور نہ چھوئی جا سکتی ہے۔ ہم وقت کے حوالے سے مدت، عرصہ اور زمانہ جیسے الفاظ استعمال کرتے ہیں تو اس میں پھیلاؤ اور وسعت پذیری کا عمل خود بخود شامل ہو جاتا ہے کیوں کہ ہم وقت کا عمومی تصور کائنات میں ہونے والے واقعات کے ذریعے کرتے ہیں۔ اس لیے یہ کہنا کسی حد تک درست ہے کہ زمانے کا تصور مادے کی حرکات سے انسانی شعور میں پیدا ہوتا ہے اور وقت کا معیار و قیاس انسانی شعور ہی ہے۔“(1)

یعنی یہ زمان وہ عنصر ہے جو اندرونی و بیرونی تغیر و تبدیل کے پیچھے کار فرما ہے۔ انسانی ارادے، منصوبہ بندی اور عمل کے ساتھ اس دائرے یا فکر و عمل سے بے نیاز ہر دو صورتوں میں جلوہ فرما ہے۔ اس طرح یہ متعین اور غیر متعین پر دو حالتوں میں موجود ہے اس حوالے سے وقت کی جو تعریف و توضیح کے لیے صورتیں بنتی ہیں یوں ہیں۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.2 2022

وقت اپنے وجود اور ذات میں مادیت سے آزاد ایک عظیم منفرد کا درجہ رکھتا ہے۔ یہ انسانی زندگی میں متعین اور غیر متعین پر دو حوالوں اور زاویوں میں موجود ہے۔ تسلسل کے ساتھ ترتیب واقعات اس کے مربوط اور مسلسل ہونے پر محال ہیں اس کے آغاز اور انجام کے بارے میں گمان یا قیاس ممکن نہیں، فنا اور بقا سے آزادانہ فنا و ظہیر ہے۔ یہ کائناتِ ارضی میں شعورِ انسانی کی بدولت پہچان رکھتا ہے اور احساسات کی صورت موجود ہے یہ ہمہ وقت ساکن بھی ہے اور متحرک بھی، جس کی صورتیں ماضی، حال اور مستقبل کے زاویے سے انسانی شعور اور حافظے میں رہتی ہیں، اس کی بحث مذہب، منطق، ادب اور سائنس پر حوالے سے ملتی ہے مگر ہماری شعری ادب میں اس کی صورتیں کچھ قرآنی، شعوری اور فلسفیانہ مناظر میں ملتی ہیں۔ قرآن نے زمانے کو "العصر" سے تعبیر کیا ہے۔ وحی رسول میں اسے "الدھر" سے ملقب کیا گیا ہے۔ سورہ یٰسین میں اس حوالے سے صداقت ملتی ہے، ترجمہ:

" اور سورج کے لیے مقررہ وقت ہے وہ اسی پر چلتا رہتا ہے۔ یہ ہے انداز غالب، اندازہ حاکم کا عالم، اللہ کا اور چاند کی بھی ہم نے
منزلیں مقرر کی ہوئی ہیں یہاں تک کہ وہ لوٹ کر پھر پرانی شاخ کی طرح ہو جاتا ہے، نہ تو آفتاب کی یہ مجال ہے کہ وہ چاند کو جا
پکڑے اور نہ رات دن سے آگے بڑھ جانے والی ہے اور سب کے سب اپنے متعین راستے پر تیرتے رہتے ہیں۔ "(2)

وقت کے حوالے سے تمام مذاہب نے اپنی اپنی تاویلات اور تفاسیر پیش کی ہیں۔ اُردو شاعری پر اسلام اور ہندو وقت کے ساتھ ساتھ سنسکرتی فلاسفہ زیادہ اثرانداز دکھائی دیتے ہیں۔ اُردو شاعری میں وقت کی ابتدائی صورتیں اُردو شاعری میں بابا فرید کے کلام میں اس حوالے سے بعض اشعار میں صورتیں ملتی ہیں۔ "وقتِ سحر"، "وقتِ مناجات"، "وقتِ برکات" جیسے زاویے اُن کے قدم سے ملتے ہیں خسرو نے بھی۔

ہر لحظہ آید در عالم دیکھوں اوسے تک جانے کر
گویم حکایت ہجر خود یا آں صنم جو لائے کر

جیسے اشعار کی صورت اس سلسلے کو اپنے کلام میں جگہ دی ہے، مگر بابا فرید ہوں یا امیر خسرو بھگت کبیر سے گورونانک اُن کی شاعری میں وقت کی موضوعیت پر تصوف کی چھاپ گہری ہے اور وہ قطرے میں سمندر تو سمندر میں قطرے کی خصوصیت پیدا کرنے جیسے مباحث رقم ہیں۔ قدیم شاعری میں جنوبی و شمالی ہند ہر دور، ہر زمان کی بحث تصوف کے زیرِ اثر دکھائی دیتی ہے مگر یہ ضرور ہے کہ بمعنی رہبیت ہو یا شاہانِ گول کنڈہ و بیجاپوری نے اس فلسفے کے تناظر میں قلم و شعور کے گھوڑے دوڑائے ہیں۔ خصوصیت کے ساتھ ولیؔ نے فلسفۂ زبان کی توضیحات پیش کی ہیں، انھوں نے "عالم دن بے حجاب" عالم شیو د مانند عالم مگر زندگی پیش ہے، سنسار، سنسار بے دام، صبح قیامت اور بے حجاب عالم و جہاں تاب کی صورت اس کی کچھ معنویت اپنے کلام میں رقم کی ہے۔ قدیم شاعری میں اپنے اپنے انداز سے حاتم، قائم، مضمون، مرزا مظہر اور آرزو سب نے اپنے اپنے انداز اور اعتبار سے تصورِ وقت کے حوالے سے خاصہ فرمائی کی ہے اس میں سوز نے اُسے خصوصیت کے ساتھ رقم کیا ہے، کہتے ہیں:

پیتا ہوں یاد دوست میں بہ صبح و شام جام
بے یاد دوست مجھ کو ہے پینا حرام جام
ہم نے کوئی زمان دیکھ لیا
پل میں سارا جہاں دیکھ لیا "(3)

اُردو شاعری کے عہدِ زریں میں ہمیں " زمان" اور اس سے متصل فلاسفے پائے، وقت کی صورتیں خصوصیت کے ساتھ اُردو شاعری میں پابند ملتی ہیں۔ سب سے پہلے حضرت سوداؔ نے "وقت" کے حوالے سے جو قلم فرمائی کی ہے وہ اس کی قیود اور تفسیر و توضیح کو بخوبی پیش کرتی ہے۔ اُن کے ہاں ان مباحث کی صورتیں "ہستی سے عدم تک" سفر جہانِ فنا پہروں ارض و سما، تماشائے دو عالم، عالمِ جہاں، دم آگیں، دم فنا، لمحۂ فنا، زمانہ غافل، خوابِ پاسباں، حسن ظہورِ صبح، نسیم سحر، عزم سفر، آخرِ شب، سحر آفریب، سپر ہستی کی صورت رقم کرتے ہیں۔ اُن کے اس شعر سے اُن کے تصورِ وقت کی درست تفہیم ہوتی ہے۔

گردش وہران انکھیوں کی بلد گرداں ہے
بحث برگشتہ کا ۔۔۔ کے تصدق انداز

سوؔدا کے بعد اُردو شاعری میں میر تقی میرؔ ایسے شاعر باکمال و بے مثال ہیں جنھوں نے فن و فکر ہر حوالے سے شعرِ اُردو کو دوام بخشا، میرؔ نے وقت کو فلسفہ اور فکر سے ایک قدم آگے علم کی صورت بحث کیا ہے۔ انھوں نے مجاز و حقیقت، استعارہ و علامت ہر زاویے سے زمان کو اپنی شاعری میں بیان کیا ہے کچھ مصرعے نقل کرتے ہیں:

نئی گردش ہے اس کے ہر زماں میں
مصیبت اس کے زمانے میں تو ہمارے اوپر زماں زماں ہے
زمین و زماں ہر زماں اور ہے
ہر لمحہ لحظہ آن و زماں ہردم اختلاط

میرؔ کے کلام میں وقت کی پہلی صورت "مقتدر" کی صورت ہے جس کے دستِ قدرت کو کار آفرینی حاصل ہے۔ یہ دستِ قدرت یا کارِ آفرینی تشکیل و تعمیر کا عمل سرانجام دینے کے ساتھ ساتھ لمحہ لمحہ تازہ کاری کی صورت نئے لمحات کا استقبال کرتی ہے۔ آنے والا ہر لمحہ تازۂ فکر، نئی آن، نئے وجود، نئے تناظر اور تازہ صورت کو سامنے لاتا ہے۔ اس تازہ کاری کے عمل میں قدیم رویے اور روایتیں ماضی بن کر دم توڑتی ہیں۔ نئے تصورات، رجحانات اور نئی فکر کا جنم ہوتا ہے۔ یہ فکرِ نو ازہان کو جنم دینے کے ساتھ ساتھ اس کی آب یاری کا فریضہ بھی سرانجام دیتی ہے۔ میرؔ نے ہر آن بدلتی زمانی صورت کو خصوصیت کے ساتھ اپنے کلام میں بیان کیا ہے۔ وہ اس بدلتے ہوئے منظر نامے سے سیاسی، سماجی، ثقافتی، تمدنی اور تہذیبی تغیرات اور تبدیلیاں مراد لی ہیں۔ ہندوستان کی تیزی سے بدلتی صورتِ حال اور سیاسی منظر نامہ ہو یا دلّی پر آئے روز کے حملوں کی صورت بدلتے ہوئے مقتدر چہرے، میر تقی میرؔ نے اس تبدیلی کو نہ صرف محسوس کیا بلکہ اسے خصوصیت کے ساتھ اپنے کلام میں جگہ دی ہے۔ ان کا نقطۂ نظر زمان کی تبدیلیوں کو خصوصیت کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ کچھ مصرعے دیکھیے:

لاتا ہے تازہ آفت تو ہر زماں زمین پر
اک دم میں زمانے کا یاں رنگ بدل جاتا
میں گریہ خونی کو رد کے ہی رہا ورنہ
اک دم میں زمانے کا یاں رنگ بدل جاتا(4)

میرؔ نے زمان کو بدلتے تیور یا متحرک زاویے کو بڑی خصوصیت کے ساتھ قریب سے دیکھا ہے اور "گردشِ زمان" کی ترکیب کو متنوع صورت میں اپنی شاعری کا رزق کیا ہے۔ اُن کے کلیات میں ایسے اشعار کی کمی نہیں جن میں وقت کی لمحاتی صورتوں پر بحث کی گئی ہے۔ شاعری کی عام سطح سے بڑھ کر میرؔ کا یہ کارنامہ ہے کہ انھوں نے اس موضوع کو ہر حوالے اور ہر زاویے سے پرکھا ہے۔ اپنی ذات کے دائرے میں رکھ کر محسوس کیا ہے اور محسوساتی حصار میں حائل ہونے والے تجربات انھوں نے سادہ اور معنی خیز انداز میں شعر کا موضوع کیے ہیں۔ میرؔ کے کلام میں ایسی صورتوں کو "اک آن، زمانہ کم گردشِ دوراں، گردشِ زماں، گردشِ وقت، رفتارِ زمانہ، تربیتِ زمانہ، بندشِ زمانہ، ترتیبِ وقت اور لمحۂ حیات" جیسے مباحث کی صورت شاعری میں پابند کیا گیا ہے۔ ایسے اشعار جن میں لمحوں کو زمانوں پر بھاری اور آن واحد کو زمانے سے طویل رقم کیا گیا ہے۔ اس کی مثالیں یوں ملتی ہیں:

ہجر کی اک آن میں دل کا ٹھکانہ ہو گیا
ہر زماں ملتے تھے باہم سو زمانہ ہو گیا(5)
ہوا رنگ بدلے لیے ہر آن میرؔ
زمیں و زماں ہر زماں اور ہے(6)

میر تقی میرؔ نے زمانے کے تجربات سے عیش کم آلام زیادہ رقم کیے ہیں جس کی وجہ سے عمرِ رواں نشاط کے بجائے آفت زماں کی وجہ سے خاک کا ڈھیر اور ہستی دھواں یا غبار بن کر رہ گئی ہے۔ ان کے ہاں وقت کی موضوعاتی صورتیں اس خوب صورتی اور کمال کے ساتھ جلوہ گر ہوتی نظر آتی ہیں کہ اس فلسفیانہ موضوع کی گہرائی واضح اور کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ اس سے زمان کی صورتیں معتبر اور معنویت کی حامل ہو جاتی ہیں۔ اس استدلال کو قائم کرنے میں وہ عقلی سطح پر زمانے کو کرتے ہیں پھر جذبات اور احساسات کی رنگین بیانیاں شامل کر دیتے ہیں۔ اس شراب دو آتشہ میں یہ فلسفہ عقلیت اور جذباتیت کا نمائندہ بن جاتا ہے پھر شعر کے بطن سے شبِ ہجراں، شاب و خلش، ہجر و وصال، منزلِ عشق، عہدِ مروت، عہدِ محبت، عہدِ نظم، عہدِ شورش، عہدِ جنوں، عہدِ بے آبرو، موسمِ گل، موسمِ بہار، موسمِ غم جیسی تراکیب جنم لے کر وقت کے تصور کی تفہیم میں مدد و معاون ثابت ہوتی ہیں۔ میرؔ اُردو شاعری

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.2 2022

میں ایسے شاعر کی حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں کہ جنھوں نے تصورِ وقت سمیت اپنی فکر و فلسفے سے شعرِ اُردو کو فنی و فکری اعتبار عطا کیا۔ اُن کے عہد میں خواجہ میر دردؔ نے متصوفانہ رنگ میں وقت کے حوالے سے موجود موضوع کو نظم کیا ہے۔ ان کی صورتیں کچھ یوں ہیں:

اک آن سنبھلتے نہیں اب میرے سنبھالے
بے طرح کچھ ان آنسوؤں نے پانو نکالے
پھر آگے قیادت ہے اگر اب بھی نہ آؤ
سر پٹ کے جدائی کے دن اتنے تو ہیں ٹالے(7)

دردؔ کے کلام میں زمان کی صورتیں یا وقت کے گزرنے کے حالات ایک دوسرے سے یکسر مختلف ہوتے ہیں اور تغیراتِ زمانہ کی یہ صورت محبوب کے سامنے آ کر تو اور بھی شدت اختیار کر جاتی ہے۔ جب دردؔ محبوب کی جدائی میں کٹنے والے وقت کی مشکلات کا ذکر کرتے ہیں اور جدائی یا ہجر کی زد میں گزرنے والا وقت گو مشکل ملنے کے وعدے کی نسبت وصل کی امید رکھتا ہے، محبوبیت کے ضمن میں دردؔ گھڑی گھڑی، ساعت ساعت، لحہ لحہ ہمہ تن گوش نظر آتے ہیں مگر کیا ہی عجیب صورت ہے کہ اس کے باوصف انھیں کچھ فرق نہیں پڑتا اور وہ دن رات ہجر، وصل اور یاس و آس کے تناظر میں بدلتے منظر نامے کے ساتھ ہی کیفیات ترتیب دیتے ہیں۔ کچھ اور شعر درج کرتے ہیں:

کوئی دن اور بھی ہم کو پھرا لے گردشِ دوراں
نہیں اٹھنے کے پھر ہرگز کہیں اب کی اگر بیٹھے(8)
خورشید قیامت کا سر پر اب آ پہنچا
غفلت کو چکا دنیا کس نیند یہ سوتی ہے
خورشید نہ تنہا ہے گردش میں زمانے کی
یہاں اپنے دنوں کے تئیں شبنم بھی تو روتی ہے(9)

میر دردؔ تصورِ وقت کے حوالے سے کلام میں کثیر النوعیتی کے حامل ہیں۔ وہ کائنات سے کلام کرتے ہیں اور کچھ دن اور خوبی و خرابی کے پالیتے ہیں تو دوسری طرف وہ اسی وقت یا زمان کے پسِ منظر میں زمانوں کا سفر دن اور رات کے ہم رکاب طے کرتے ملتے ہیں۔ دردؔ کے ہاں وقت کی یہ بدلتی ہوئی صورتیں اُن کے ہاں "تصورِ وقت" کی بوالعجبی کو ظاہر کرتی ہیں۔ کائنات اور مظاہرِ کائنات کے پیش پیش دردؔ اپنے مخصوص لب و لہجے اور ناز و انداز سے وقت کا سفر طے کرتے ہیں۔ اُن کی شاعری میں وقت کا دوسرا زاویہ حیات و ممات اور پیش از حیات و ممات میں منقسم نظر آتا ہے۔ وہ اپنے تصورِ وقت کو حیات، موت اور عدم کے زاویوں میں پیش کر کے واضح کرتے ہیں کہ اس کی صورت مکمل طور پر خصائص سمیت واضح ہو جاتی ہے۔ دردؔ کے کلام میں عالمِ آب و گل ہو یا عالم ابد و حشر تمام صورتیں واضح صورت میں دکھائی دیتی ہیں۔

اُردو شاعری میں عہدِ وسط کے استاد شعرا بنیادی حیثیت کے حامل استاد شعرا مصحفیؔ، ناسخؔ، آتشؔ، انیسؔ اور ذوقؔ جیسے استاد شعرا نے خصوصیت کے ساتھ اس فلسفے کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا ہے۔ اس عہد میں تصورِ زمان کی صورتوں کو جو کہ عموماً روایتی اور تقدیر سے جڑی ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔ بادشاہت یا اقتدار سے تو اُن کا زاویۂ نظر سراسر روایتی اور عمومی باذن ربی ملتا ہے اور فن و فکر رسا ہے تو وہ بھی اِذنِ خداوندی کی صورت انسان کو عطا کی گئی ہے۔ حیات و ممات کے تمام مباحث روایتی طور پر یوں بیان ہوئے ہیں۔ اس عہد میں اُن کی ویسی ہی صورتیں ہیں جو سابقہ عہد کی یادگار ہیں مگر اختلاف بھی موجود ہے اور شاعر کی فطرت و فکر کے اختلاف سے انھیں تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ آتشؔ اور ذوقؔ کے کلام اور فلسفۂ وقت کے حوالے سے زندگی سے مرقع انسانی فکر و عمل سے تعبیر و تحرک آمیز عصری رجحانات ملتے ہیں جو حیاتِ آمیز ہونے کے ساتھ ساتھ خارجیت عیش و نشاط، حسن و جمال، اقتدار و اختیار اور فارغ البالی کو موضوع بناتے ہوئے فلسفۂ زمان کی وضاحت کرتے ہیں جب کہ اُن کے مماثل مصحفیؔ یا ناسخؔ جیسے استادانِ شعر روایتی طور پر وقت کو مظہر العجائب اور تقدیر کا حامل تصور کرتے ہیں۔ اُن کا نقطۂ نظر روایتی اور ساکن ہے۔ وقت تقدیر کے تابع ہے اور حیات فانی ہے۔ اختیار عارضی جب کہ انسان محض مٹی کی مورت سے تعبیر کیا جا سکتا ہے جیسے مسافر کی طرح زندگی کے مراحل سے سفر کرنا ہے، سفر کی اس صورت میں جو جو واقعات و تغیرات یا عوامل رونما ہوئے ہیں ان کی صورت ابدی اور لافانی ہے جن کو ہر صورت ہو کر رہنا ہے اور جن سے اختلاف و انکار انسان کے بس میں نہیں ہے اور انسان ان تمام زمان کی بدلتی صورتوں کے آگے بے بس اور محتاج نظر آتا ہے۔ اس بحث کے خلاصے کے طور پر ہم کہہ سکتے ہیں عہدِ متوسط کے شعرا جو کہ اپنے اور آنے والے عہد کے لیے استادانِ شعر کا درجہ رکھتے تھے انھوں نے تصورِ وقت کو روایتی اور غیر روایتی صورتوں میں دیکھا ہے اور وقت کی بدلتی صورت حال اور صبح و شام، دن، مہینے اور سال و صدیوں کے تغیرات کو تجربۂ حیات کے طور پر اپنی شاعری کا موضوع بنایا ہے۔ اُن کے کلام میں ایسی سینکڑوں مثالیں، ایسے اشعار کی موجود ہیں جو تصورِ

وقت کی نمائندگی کرتی ہیں اور اس کی بدلتی صورتوں اور بدلتے ہوئے منظر نامے کو خصوصیت کے ساتھ ایک فلسفہ حیات کے طور پر اپنی شاعری میں نقش کرتی ہیں۔ بلاشبہ یہ عہد اور اس کے شاعر اُردو شاعری میں تصورِ وقت کے حوالے سے بنیادی اہمیت کے حامل ہیں۔ اُردو شاعری میں فلسفہ اور موضوعات کے تنوع کے ساتھ ساتھ ہیئت اور تجربے کی سب سے عمدہ مثال غالبؔ کی شاعری ہے۔ غالبؔ ایک پختہ کار فلسفی اور عالم بے بدل تھے جو کائنات کے بہترین نباض کے طور پر اپنی پہچان قائم کرتے ہیں۔ وہ وقت کی صورت، طبیعت، فکر و فلسفہ اور مزاج کو سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک وہ تمام مظاہر جو کائنات کے وجود کو تشکیل دینے، اسے چلانے اور اُن عوامل کے پیچھے کار فرما ہیں اُن سب سے بنیادی اہمیت وقت کو حاصل ہے۔ اسی سے ہی کائنات کی تشکیل و تعمیر مضمر ہے اور اسی سے ہی حرکت و تغیر کا جنم ہوا ہے۔ یہ غالبؔ ہی ہیں جنھوں نے سب سے پہلے وقت یا زمان کی تعبیرات میں خامہ فرسائی کی ہے اور یہ اس منطقی اور فلسفیانہ انداز میں کی ہے جس انداز میں اُن سے قبل ہماری شعری روایت کا کوئی اور شاعر نہ کر سکا۔ وہ تصورِ وقت کے خدوخال کو یوں واضح کرتے ہیں کہ اس صورت واضح انداز میں کوئی دوسرا شاعر اس موضوع کو بیان نہ کر سکا۔ غالبؔ نے اس موضوع کو کائنات کی صداقت کے طور پر نہ صرف دیکھا اور سمجھا ہے بلکہ اسے اپنے کلام میں بجا طور پر بیان کیا ہے مثلاً:

کیا ہم ستم زدگان کا جہان ہے
جس میں گر بیضہ مور آسمان ہے
ہے کائنات کو حرکت ترے ذوق سے
پر تو سے آفتاب کے ذرے میں جان ہے

غالبؔ کے ہاں وقت کی صورت میں جو جز سب سے نمایاں ہے وہ اس کی لامحدودیت ہے۔ وہ اس فلسفے کو مدلل انداز میں اس طرح بیان کرتے ہیں کہ اس کی لامحدودیت کو خوب صورت انداز میں واضح کر دیتے ہیں۔ اُن کے نقطۂ نظر اس حوالے سے جہاں ذات، فلک اور انسان جیسے استعاروں سے کلام کرنے کے بعد بڑے اختتام سے کائنات کی حرکت اور ذوق کو اسی کے دم سے قرار دیتا ہے۔ کہتے ہیں:

دام ہر موج میں ہے حلقہ صد کام نہنگ
دیکھیں کیا گزرے ہے قطرے پہ گہر ہونے تک
یک نظر پیش نہیں فرصت ہستی غافل
گرمئ بزم ہے اک رقص شرر ہونے تک(10)

غالبؔ تغیرات کے شاعر ہیں اور زمان کی بدلتی صورتیں اُن کے اشعار سے عمدہ مثال کے طور پر لی جاسکتی ہیں۔ زمان کی ساکت و جامد حیثیت کا تعین اور تفہیم اضافتِ زمان یا مجازی حالتوں سے ممکن ہو پاتی ہے۔ اُردو شاعری میں اضافتِ زماں کی یہ صورتیں بڑی ترتیب اور خوبی کے ساتھ بیان ہوتی آئیں ہیں۔ غالبؔ کو کلام میں بھی وقت کی یہ اضافی یا مجازی صورتیں مرصّع اور مسجّع حالت میں بیان ہوئی ہیں۔ اُن میں تفہیم و تقسیم دونوں صورتوں کی ظرفِ زمان اور ماہ و سال ، دن، ہفتہ، مہینہ، سال، صدی، ماضی، حال اور مستقبل کے تناظرات میں بخوبی دیکھا اور تلاشا جاسکتا ہے۔ دن رات کا تماشا غالبؔ کی طبیعت بھی، وقت کی صورت و کیفیت بھی، اُن موضوعات کو غالبؔ نے کمال شعر سے بخوبی بیان کیا ہے۔ اس موضوع کی مطابقت کو دیکھتے ہوئے یہ فیصلہ کرنا آسان ہو جاتا ہے کہ تفہیم وقت، تسخیرِ وقت اور توضیحِ وقت کی جو صورت مرزا نے اپنی شاعری میں متعین کی۔ اس کمال میں غالبؔ کی شاعری امکانات کی شاعری ہے۔ اُن کا شعور شعر زمانی فکر، عصری رجحان، وقتی وجدان اور اُن کی تعبیرات کی جو تصویریں پیش کرتا ہے وہ زمان کی تفہیم اور خصوصیات کو بیان کرنے پر قادر ہیں۔ غالبؔ نے جن منطقی بنیادوں پر زمان کی فکر اور فلسفے کو بیان کیا، حضرت اقبالؔ نے مشرق، مغرب، سائنس اور مذہب سے شعور لے کر اس عمارت کو تعمیر کیا ہے۔

تصورِ وقت فلسفے اور سائنس کا مسئلہ ہے جسے اقبالؔ نے شاعرانہ انداز میں بیان کیا ہے۔ اس فلسفے میں تقدیر و تدبیر ہر لحہ موجزن رہتی ہے اور انسان کھوج اور جستجو کے عمل سب سے پُر اختیار قائم کرنے کی دُھن میں ہے۔ اقبالؔ کے نظریۂ وقت یا تصورِ زمان کی وضاحت ”علی سردار جعفری“ نے ان الفاظ میں کی ہے:

> ”ان سرمدی وقت تخلیق کے دل میں ایک مخصوص مقام رکھتا ہے۔ خدا کی تمام مخلوقات میں وہ تنہا صلاحیت رکھتا ہے کہ اپنے خالق کی تخلیقِ حیات میں وہ باشعور طریقے سے حصہ لے سکے اور بے ذوق نہیں اگر چہ فطرت جو اس سے نہ ہو سکا وہ تو کر کے مصداق اس نامکمل کائنات کو وقت اور انسان دونوں مل کر تکمیل کی طرف یا منزل کی طرف لے جا رہے ہیں۔ یہ منزل کبھی نہیں آئے گی کیوں کہ ناتمامی فطرت کا اٹل قانون ہے لیکن اس منزل کا تصورِ شوق کو ممیز ضرور کرتا ملے گا اور انسان آدابِ خداوندی سکھاتا رہے گا۔“(11)

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.2 2022

غالبؔ نے اُردو شاعری کو اپنی فکر اور فلسفہ کی بدولت اعتبار بخشا۔ اُن کا تصورِ وقت حرکت و تغیر اور مکان کے گردشی امکانات کو بیان کرتا ہے۔ وہ لمحۂ حاضر کے شاعر ہیں، لمحۂ حال میں چلتے ہیں۔ ان کا نقطۂ نظر ماضی سے حال اور حال کو ہی مستقبل سے جوڑتا ہے اور وہ دروں بین ہو کر حال میں ہی مستقبل کے امکانات تلاش کر کے انھیں بیان کرتے ہیں۔ جب کہ اقبالؔ اس سے ایک قدم آگے چل کر اس مستقبل کی تعمیر کرتے ہیں۔ وہ محض ایک شخص اور شاعر سے کچھ بڑھ کر ایک مبلغ اور داعی کی حیثیت سے اُبھر کر سامنے آتے ہیں۔ ان کا نقطۂ نظر مغرب میں برگساں سے زیادہ فیض یافتہ نظر آتا ہے۔ زماں یا وقت اقبالؔ کی فلسفیانہ اور شاعرانہ فکر کا موضوع رہا ہے۔ زمان و مکاں اُن کی فکر و نظر پر حاوی نظر آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اقبالؔ اپنی شاعری اور خطبات میں انسان کائنات اور زمان کی تکون میں دونوں کو زمانے کی رفتار اور گفتار سے مطلق کرنے کی کوشش و کاوش کرتے نظر آتے ہیں۔ اس عمل میں ہندوازم کا ویدانت فلسفہ، نیوٹن اور آئن سٹائن کے سائنسی نظریات، زینو اور برگسان کے فلسفیانہ مباحث اور اسلام و قرآن کا زمانی نقطۂ نظر اُن کے سامنے رہے مگر اُن سب کے درمیان اُن کی فکر کا سب سے بنیادی نکتہ اور مرکز "انسان" ہی رہا۔ اُن کے نزدیک یہ عالم جبر ہے اور پیدائش و موت دونوں اسی عالمِ جبر کے تابع ہیں لیکن حضرت انسان کے لیے انسان ایسی منزلیں بھی بتاتے ہیں جن کو حاصل کر کے زمان و مکان سے آزادی حاصل کی جاسکتی ہے۔ اُن کو پا کر انسان کائنات کے مکانی سلسلے سے اپنا رابطہ ختم کر لیتا ہے۔ یہ منزل اسے نیابتِ الٰہی کی صورت اعلیٰ ترین شعور اور من و ملائک کے سامنے مقرب قرار دیتی ہے اور انسان زمان و مکان پر حاوی ہو جاتا ہے۔ "لی معہ اللہ" کی منزل یہی منزل ہے۔ اقبالؔ کہتے ہیں:

"لی معہ اللہ ہر کردار در دل نشیت
آں جواں مرد لے طلسم من شکست
گر تو خواہی من بنا شم درمیاں
لی معہ اللہ باز خواں از عین جہاں"

اقبالؔ کی فکر و فلسفہ اور تصورِ وقت سے آگے اُردو شاعری ناصرؔ اور فیضؔ ایسے شعرا سے ہم کنار کرتی ہے مگر اس سے پہلے "راشد" اپنے پورے قد کے ساتھ اس میں اپنی فکر و فلسفہ بیان کرتے ہیں۔ ناصرؔ کے ہاں وقت، ہجرت اور تقسیم کے بطن سے رونما ہونے والے واقعات کے تناظر میں مسلسل جمود کی صورت ٹھہرا نظر آتا ہے۔ انھوں نے انفرادی اور اجتماعی تناظر میں وقت کو ماضی میں ہی محسوس کیا ہے اور ماضی ہی اُن کے وجود اور معاشرے کے تمام عوامل کے پیچھے کارفرما نظر آتا ہے۔ وہ اسی ماضی میں حال اور مستقبل کی صورت دیکھتے ہیں۔ ناصرؔ کے ہاں وقت "یادِ ماضی" کی صورت کائنات میں ٹھہر چکا ہے اور وقت کا یہ ٹھہراؤ کائنات کو گھیرے ہوئے ملتا ہے جب کہ اُن کے مدِ مقابل راشدؔ کے ہاں فکر و فلسفہ خصوصاً وقت کی صورتیں ایسی فلسفیانہ اور علمیت کی حامل سب کے نئے زاویے دیکھنے کو ملتے ہیں۔ راشدؔ نے مشرق اور مغرب کے مابین وقت کی بدلتی صورت کو بڑے گہرے مشاہدے کے طور پر محسوس کیا اور اس فکر کو فلسفے کی صورت اپنے کلام میں جگہ دی ہے۔ انھوں نے کائنات میں موجود انسانوں کی مختلف درجہ بندیوں کو ایک شخص اور شاعر کے طور پر دیکھا اور پھر انھیں اپنی شاعری کا موضوع کیا۔ اُن کے موضوعات خصوصیاتِ وقت، روایت کے خلاف بغاوت اور بدلتے ہوئے سفر نامے کی تصویر گنے جاتے ہیں۔ یہ عہد سیاسی اور سماجی تحریکات کا دور ہے جس میں انسانی شعور نے وقت کے بدلتے ہوئے منظر نامے کے ساتھ ہی اپنے مزاج اور اعتبار میں تبدیلیاں کی ہیں۔ اس عہد کی ایک توانا اور موثر آواز فیض احمد فیضؔ صاحب ہیں۔ فیضؔ نے غمِ جاناں اور غمِ دوراں کے درمیان اپنا شاعری کی بساط اور بنیاد رکھی ہے۔ انھوں نے برعظیم کے خصوصاً اور دنیا کے انسانوں کو عموماً موضوع بنایا ہے۔ اُن کا نقطۂ نظر بڑا واضح اور متعین ہے۔ انھوں نے شاعری میں وقت کو سیاسی، سماجی اور عالمگیری تناظر میں لکھا ہے۔ فیضؔ نے شاعری میں فکر و فلسفے کے بجائے انسانی احساسات کی ترجمانی کی ہے۔ انھوں نے اِن احساسات اور جذبات کو انسانی شعور کے سانچے میں ڈھال کر وقت کے دائرے میں پابند کرتے ہیں۔ یوں فرد اور سماج کے گرد وقت یا زمان کا دائرہ اپنی گرفت کو مضبوط کرتا اور رکھتا ہے۔ اُن کے ہاں زندگی کے تجربات ایک تدریجی عمل کے تابع رہتے ہیں۔ اس تدریجی عمل محبت، عشق، حسن، عقل و انسانی شعور کی کرشمہ سازیوں کے واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں۔ وقت کے حوالے سے فیض کائنات، فرد اور سماج کو مدِ نظر رکھتے ہیں۔ فیضؔ کا تصورِ وقت اور زمان کا فلسفہ اُن کی جذباتی اور کیفیاتی اشعار کی صورتوں سے واضح ہو جاتی ہے۔ فیضؔ نے اُن رومان اور جذبات انگیز اشعار سے وقت کی بدلتی ہوئی صورتوں کو بیان کیا ہے۔

فیضؔ کے بعد مجید امجد کی صورت میں یہ بحث اور مطالعہ ایک ایسے شاعر پر منتج ہوتا ہے۔ جس نے "تصورِ وقت" کو ایک نئی صورت اور نئے فلسفے کی شکل میں رقم کیا ہے۔ مجید امجد کی شاعری میں وقت ایسے عنصر کی صورت سامنے آتا ہے۔ جو ازل سے ابد تک قائم دائم ہے جو حاصلِ حرکت کی صورت کتنے عالم اور کتنے زمانوں کو حیات بخشتا ہے:

"کنواں چل رہا ہے" عدم سے ازل تک، ازل سے ابد تک، بدلتی نہیں ایک آن اس کی گردش
نہ جانے لیے اپنے دولاب کی آستینوں میں کتنے جہان اس کی گردش
رواں ہے دواں ہے تپاں ہے تپاں ہے

یہ چکر یونہی جاوداں چل رہا ہے، کنواں چل رہا ہے(12)

مجید امجد کے ہاں وقت کے کارِ مسلسل کی بالا دستی بھی ہمہ وقت سب پر قائم و دائم ہے اور انسان وقت کی اس خون چوستی زنجیر میں جکڑا ہوا ہے مگر اس میں جو لمحہ گزرے وہ غنیمت ہے کہ نبض ہستی اسی کے دم اور کرم سے قائم و دائم ہے اور جو بھی دم گزرے یا لمحہ اس سے نصیب ہو وہ زمانی حصار کی طرف ست ودیعت کر دہ ہے۔ یہ گردش دوران فرد کی حسیات جذبات اور حیات کو تغیرات اور حرکت کے اصل پر لحہ لحہ بدلتا رہتا ہے اور اس بدلتی ہوئی لحاتی صورت میں انسان اس کے آگے اور انسانیت اس کے سامنے خمیدہ نظر آتی ہے۔ مجید امجد کے یہ مصرعے تصورِ وقت کے حوالے سے اردو شاعری کی نمائندگی کرتے ہیں:

"کتنی چھنا چھن ناچتی صدیاں، کتنے گھنا گھن گھومتے عالم، کتنے مراحل
جن کا مال، ایک سانس کی مہلت
سانس کی مہلت، عمر گریزاں، جس کی لرزتی روشنیوں میں، جھلمل جھلمل
جھلکے اک محسور مسافت، حد نظر تک وسعت دوراں
جس کی خونیں سطح پہ تڑپتے، طوق و سلاسل
میں جکڑی انسان کی قیمت"

مجید امجد وقت کو اس کائنات اور زندگی کے وجود کی دلیل قرار دیتے ہیں اور وجد بیان کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک اس کی حرکت اور تسلسل و تغیر کی وجہ سے ہی زندگی، انسان اور کائنات کا وجود حیات آمیز ہے۔

حوالہ جات

1۔ ناہید قمر، جدید اردو فکشن میں تصورِ وقت، نیشنل یونی ورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد، 2005ء، ص:15

2۔ القرآن الکریم "سورۃ یٰسین" آیت نمبر 37-40

3۔ میر سودا، کلیات سودا، جلد دوم، مجلس ترقی ادب اردو، لاہور، 1992ء، ص: 246

4۔ میر تقی میرؔ، کلیاتِ میر، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ص:492

5۔ ایضاً، جلد سوم، مجلس ترقی ادب، لاہور، 2006ء، ص:93

6۔ ایضاً، جلد ششم، مجلس ترقی ادب، لاہور، 2006ء، ص:119

7۔ خواجہ میر دردؔ، دہلوی، "دیوانِ دردؔ" ڈاکٹر نسیم احمد، مرتب، قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، دہلی، 2003ء، ص:101

8۔ ایضاً، ص:208

9۔ ایضاً، ص:209

10۔ ناصر دہلوی، شرح دیوانِ غالب، علم و عرفان پبلی شرز، لاہور، 2007ء، ص: 161،162

11۔ علی سردار جعفری، اقبال کا تصورِ زمان و مکان، مشمولہ: زمان و مکان، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ص:624

12۔ خواجہ محمد زکریا، ڈاکٹر، کلیاتِ مجید امجد، مرتب، ماورا پبلی کیشنز، لاہور، ص:116